قرآن کریم میں جابجا ''علم'' کے حصول کی ترغیب دی گئی ہے۔علم کو روشنی، اور جہالت کو تاریکی سے اور کبھی علم کو زندگی سے اور جہالت کو موت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اگر دنیا میں تمام لوگ رحمتِ عالم ﷺ کی تمام تعلیمات اور خطبہ حجۃ الوداع کے دفعات ونکات پر صدقِ دل سے علم شروع کریں تو دنیا امن وامان کا گہوارہ بنے گی۔ ہر ایک کی جان، عزت وآبرو، مال ومنال محفوظ ہوگی۔حکومت ورعایا، آزاد وغلام، مرد وخواتین، بچے وبوڑھے، مسلمان وکافر القصہ سب کے سب امن وسکون کی زندگی گزار سکیں گے۔ کسی کو کسی سے ڈر محسوس نہ ہوگا۔ نہ برائی ہوگی، نہ امن وسکون تلپٹ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم، فرامین رسول اللہ ﷺ اور خطبہ حجۃ الوداع کے قوانین واحکامات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین

مجلہ التراث کے دیرینہ معاون جامعہ دار العلوم بلتستان غواڑی کے سپوت،

ڈاکٹر اسماعیل محمد امین - حفظہ اللہ -

کو الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ اسلام آباد سے

علم حدیث میں اعلیٰ ترین علمی ڈگری ''Ph.D'' میں

درجہ **امتیاز** کے ساتھ **طباعت کی تجویز** کے حصول پر

تہ دل سے **ھدیۂ تبریک** پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس اعزاز کے ذریعے آپ کی دعوتِ دین کو مزید مؤثر اور بہتر فرمائے۔آمین

آپ کے مقالے کا موضوع ہے:

دعوى النسخ في الحديث النبوي الشريف

عند الأئمة: الأثرم والحازمي وابن شاهين وابن الجوزي والجعبري رحمة الله عليهم

﴿مجلہ التراث﴾

اسلامی انقلاب قسط:۳

صبح درخشاں کی نوید

جناب محمد سعد

کچھ اور نقطہ ہائے نظر: کچھ حضرات محض "دعوت و تبلیغ" کو ہی احیائے خلافت کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کیا ان کو رسول اللہ ﷺ کے چمکتے دمکتے کردار میں اپنے لیے مکمل لائحہ عمل نظر نہیں آتا؟ اسی طرح کچھ حضرات اس مبارک مقصد کی تکمیل کے لیے سب سے بنیادی مرحلے "جہاد و قتال" کو آج کے دور کے لیے نامناسب تصور کرتے ہوئے متبادل راستے کے طور پر پُرامن احتجاج اور ایجی ٹیشن کا راستہ بتاتے ہیں۔ آخر ہمارے ان بھائیوں کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے اس درخشاں پہلو سے صرف نظر کرنے اور دین حنیف میں اپنی طرف سے ایک نئی چیز داخل کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے؟

ایک طبقہ ایسے حضرات کا بھی ہے جنہوں نے دعوت و تربیت کے مرحلے پر کما حقہ محنت صرف ہونے سے پہلے ہی جہاد و قتال کے مرحلے کو اختیار کیا، جس کے مفاسد آج ہر باشعور آدمی محسوس کرسکتا ہے۔ اس لیے اگر آج یہ تمام طبقات سنت مطہرہ سے اخذ شدہ مراحل پر پورے شعور اور یکسوئی کے ساتھ چلنے لگیں تو یقیناً اس امت کے لیے یہی "صبح درخشاں کی نوید" ہوگی؛ جو کہ بالکل قریب ہے۔ (ان شاءاللہ)

بہرحال جب امت کے چند حریت پسند ابطال نے نبوی منہج پر اپنے سفر کو آگے بڑھایا، تو آسمان پر فیصلے بھی بدل گئے اور امید کی کرنیں دور افق پر نظر آنی شروع ہوگئی ہیں؛ بشرطیکہ دیدۂ بینا رکھتے ہوں۔

انقلاب کا نبوی منہج: نبی ﷺ کے طریقہ انقلاب کا جو نقشہ سیرت کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے؛ وہی اب بھی کارگر ہے اور یہی قیامت تک کے لیے کارآمد رہے گا، جس میں شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اسی حوالے سے مختصر سی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

(الف) پہلا مرحلہ "دعوت و تبلیغ": جس کی اہمیت و ضرورت اول تا آخر مسلّم ہے۔ اعلان نبوت کے ساتھ ہی دعوت کی حکمت عملی کو انتہائی مؤثر طریقے سے عمل میں لاتے ہوئے مکے کے کریم اور حق شناس طبقے کو متاثر کیا۔ اور اسی طبقے سے وہ بنیادی ٹیم معرض وجود میں آئی، جو بعد کے ادوار کے لیے دنیا کے امام اور آنے والی نسلوں کے لیے نمونہ اور مثال بنے۔ یقیناً یہ تاریخی شہادت عبرت کا بڑا سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ تاریخ انسانی کے کامل ترین داعی ﷺ کی قیادت میں کامل ترین

جماعت اس حکمت عملی کو انتہائی پرزور اور مؤثر طریقے سے تیرہ سال تک مکہ مکرمہ اور گرد و نواح میں بروئے کار لاتی ہے۔ خالق کائنات کی براہ راست راہنمائی اور عقل انسانی کو متاثر اور مرعوب کرنے والے معجزوں کا ظہور بھی اس دعوت کے پھیلاؤ میں کارگر اور مؤید ہوتا ہے، جس سے جہاں نئے دماغوں کو روشنی ملی تو پہلے سے روشن دماغوں کو عزیمت واستقامت کے پہاڑ بنا دیے۔ بلاشبہ روئے زمین نے اس سے زیادہ صالح اور کھرے کردار انسانی معاشرے میں کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ان کے عزائم اور قربانیوں کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہر کردار عظمتوں کی بلندیوں پر سورج کی طرح چمکتا نظر آتا ہے۔ نبوت کے تیئس سالوں میں سے تیرہ سال اسی وادی دعوت میں صرف کیے گئے، جس کا ایک ایک لمحہ انتہائی قیمتی اور نتیجہ خیز تھا۔

(ب) دعوت کے اس عمل سے جہاں نئے قلوب مسخر ہوتے تھے، وہیں اس کے پہلو بہ پہلو تربیت کا ایسا جامع اور مؤثر اہتمام نظر آتا ہے کہ یہ دعوت صرف قول وقرار تک محدود نہ رہے؛ بلکہ تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح کے قالب میں ڈھلتے ہوئے زندگی کے ہر گوشے اور مکمل وجود کو اسی دعوت کے رنگ میں رنگا دے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس جماعت کا ہر فرد یا اس دیوار کی ہر اینٹ مثل آئینہ بن گیا۔ یوں ہر طرح کے کھوٹ اور ناقص مواد کو ایسی بھٹی سے گزارا جاتا تھا، تاکہ وہ ہر آزمائش پر پورا اتر سکے۔

یوں یہ تنظیم وتربیت کا مرحلہ تھا، جس کی اہمیت بھی دعوت کی طرح ہی مسلّم ہے۔ ظاہر ہے کہ دعوت کے نتیجے میں صرف ایک انبوہ کو ہی اکٹھا کیا جاتا تو وہ مقصد بالکل حاصل نہ ہوتا جس سے منشائے الٰہی پوری ہو جاتی۔ لہٰذا ایک منظم دعوتی اور تربیتی جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہی جماعت اس وقت کی پوری ''امت'' تھی۔ علمی طور پر بھی ایسی وسعت اور بصیرت ہر صاحب ایمان کے حصے میں آچکی تھی کہ دنیا کا کوئی فلسفہ یا نظریہ اپنے باطل افکار کے ذریعے اسے متاثر کرنے سے عاجز تھا۔

یہاں ہر صاحب بصیرت محسوس کر سکتا ہے کہ اتنی زبردست تحریک جس کا قائد بھی نسل انسانی کا کامل ترین امام اور جس کے ساتھی بھی ستاروں کی مانند تھے، ایک چھوٹی سی بستی مکہ میں انقلاب برپا نہ کر سکی؛ محض گنتی کے افراد ہی اسی تحریک کی علمبرداری کے لیے میسر آئے، حالانکہ اس جماعت کے ساتھ نصرت الٰہی کے بڑے واضح وعدے اور ثبوت موجود تھے۔ اہل دعوت وفکر کے لیے یہاں بھی بڑا سبق ہے۔ یہاں دراصل دعوت، تنظیم اور تربیت کے ابتدائی مراحل سے حاصل ہونے والی کامیابیوں کے حدود کا تعین کیا گیا ہے۔

اس سے، یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ محض دعوت وتربیت ایک چھوٹی بستی کو بدلنے اور اپنے رنگ میں رنگانے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے، تو پورے کرۂ ارض پر غلبہ اسلام صرف دعوت کے ذریعے کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کی نقلی توجیہ تو سیرت طیبہ سے ہی

ماخوذ ہے؛ جبکہ عقلی توجیہ شاید یہ ہے کہ جہاں بھی خیر کی دعوت دی جاتی ہے، اس کے مقابلے میں شر کی دعوت شیطانی وسائل کے ذریعے زیادہ تیزی سے پھیلنی شروع ہو جاتی ہے۔ جس کو روکنا اس مرحلے پر اہل خیر کے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ یوں دونوں دعوتیں انسانی معاشرے سے اپنے لیے مواد اکٹھا کرتی رہتی ہیں، جن میں سے ایک دعوت کا کلی خاتمہ اور دوسری دعوت کا کلی غلبہ ممکن نہیں ہے جب تک کچھ اور عوامل کارفرما نہ ہو جائیں۔

(ج) نبی کریم ﷺ اور آپ کی جماعت بلاشبہ رہتی دنیا تک کے لیے نمونہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسے ایسے مراحل سے گزارا ہے کہ جب تک ان تمام مراحل اور ان کی حکمتوں پر غور نہ کیا جائے آپ ﷺ کا مکمل اتباع بہت مشکل ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد ہی اللہ پاک کی تشریعی حاکمیت کا قیام اور باطل کی تشریعی حاکمیت کا خاتمہ تھا۔ اور آپ ﷺ نے اس حاکمیت کو عملاً دنیا میں قائم کر کے دکھایا۔ تو آپ ﷺ کے بعد جو جماعت بھی اس مقصد کے لیے اٹھے گی، اسے لامحالہ ان مراحل سے گزرنا پڑے گا جن سے آپ ﷺ اور آپ کی جماعت گزری ہے۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اگلا مرحلہ ہجرت کا آیا، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت پر کامیابیوں کے دروازے کھول دیے۔ ہجرت دراصل ایک ابدی حقیقت ہے۔ اور اللہ کی منشا بھی، جو اگلے نبیوں اور ان کی امتوں کے ساتھ بھی پیش آتی رہی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہتا تو مکہ کو ہی دارالاسلام بنا سکتا تھا، جس سے ہجرت کی نوبت ہی نہ آتی، لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت یہ نہیں تھی کہ صرف چند مراحل کے بعد ہی وہ منزل مقصود حاصل ہو جائے؛ حالانکہ اس راہ کے اہم ترین مراحل ابھی باقی ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اگلے مرحلے کا حکم صادر فرمایا جو ہجرت کا مرحلہ تھا۔

تفصیل سے تو سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ یہاں تو صرف یہی نکتہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ہجرت کے بغیر غلبہ اسلام اور امارت وخلافت کا قیام عملاً ناممکن ہے۔ یہ کوئی ایسا مرحلہ نہیں ہے جس کو موقوف کیا جا سکے۔ قرآن وسنت کے نصوص اس پر دلیل ہیں۔☆ جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

☆ [النساء ۸۹، الأنفال ۸۲] وغیرہ میں ہجرت کا وجوب ہے، جو کہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئیں۔

۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اعلان فرمایا: "**لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد ونية، وإذا استنفرتم فانفروا**" [البخاری کتاب جزاء الصید باب ۱۰ ح ۱۸۳٤، کتاب الجهاد باب ۱ ح ۲۷۸۳، باب ۲۷ ح ۲۸۲۵] "اس فتح کے بعد ہجرت نہیں ہوگی؛ لیکن جہاد اور نیت ہمیشہ رہنا چاہیے اور جب تم سے نکلنے کو کہا =

لہٰذا اس مرحلے کو ہر دور میں پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا؛ کیونکہ اس کی وضاحت وصراحت نص صریح سے ہو رہی ہے۔ یہ کسی مجتہد کے اجتہاد یا کسی فقیہ کے قیاس کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس لیے اس مرحلے کو موقوف کرنے یا اس کے متبادل کی تلاش کے لیے اجتہاد کرنا یقیناً بہت بڑی غلطی ہوگی؛ کیونکہ منصوص حکم جسے فقہ میں حکم اصلی کہا جاتا ہے' کے بارے میں اجتہاد یا قیاس نہیں ہوتا ہے۔ اجتہاد یا قیاس فروعی معاملات میں ہوتا ہے، جس کی ضرورت قیامت تک رہے گی۔ یہاں ہجرت کی عملی صورت پر اجتہاد کرنے کی واقعی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ ہجرت کے لیے وقت اور حالات کا تعین تو بلا شبہ اصحاب علم ودانش اور فقہائے امت ہی کریں گے۔

ایک اور نکتہ بڑا اہم ہے کہ عملی ہجرت اور فکری ہجرت میں فرق ہے۔ فکری ہجرت کے لیے وقت اور حالات کے تعین کا سوال ہی نہیں ہے؛ بلکہ یہ آغاز نبوت کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا۔ یہاں مسئلہ عملی ہجرت کا ہے۔

(د) اس کے بعد جہاد وقتال کا مرحلہ ہے، جس نے اس وقت کے تمام طاغوتی طاقتوں کو سرنگوں کر دیا تھا۔ کہاں تیرہ سال کے شب وروز کی جانگسل محنت کے نتیجے میں چھوٹی سی تعداد کا دین مبین کو قبول کرنا اور کہاں صرف دس سال میں جزیرہ عرب کے اندر فیصلہ کن قوت کا حصول اور لاکھوں لوگوں کا فوج درفوج اسلام میں داخل ہونا! یقیناً یہ جہاد وقتال کا ثمرہ تھا۔

= جائے تو (راہ الٰہی میں) نکل پڑو۔"

۲۔ ابوسعید الخدری ﷺ کی حدیث ہے:" ...... **لاهجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية** "[مسند الإمام أحمد]

اس حدیث پر رافع بن خدیج ﷺ اور زید بن ثابت ﷺ نے بھی تصدیق کی ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ہجرت پر بیعت لینے سے انکار فرمایا۔[صحيح البخاري، أحمد]

۴۔ حضرت عمر فاروق ﷺ فرماتے ہیں:" **لاهجرة بعد وفاة رسول الله ﷺ**"[سنن النسائي]

۵۔ حضرت عائشہ ؓ اور ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں:" **لاهجرة بعد الفتح**" [صحيح البخاري، أحمد]

لہٰذا "وجوبِ ہجرت" پر "نص صریح" کا دعویٰ محل نظر ہے۔ البتہ سنن ابن ماجہ میں راوی یزید بن ابی زیاد ؒ کا قول ہے:"**یعنی لا هجرة من دار قد أسلم أهلها**" یعنی مسلمانوں کے وطن سے ہجرت نہیں کرنا چاہیے۔ دراصل "**لاهجرة بعد الفتح**" کے تحت مکہ سے ہجرت کرنا بند ہوا ہے۔ لیکن جب اور جہاں ضرورت ہو، دین کی خاطر ہجرت کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بوقت ضرورت انتہائی اہم اور افضل عمل ہے۔ پھر موجودہ دور میں "شرعی ہجرت" کی پاسداری بہت مشکل ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ عارضی نہیں بالکل مستقل عمل ہے۔ حتیٰ کہ مہاجر کے لیے فتح کے بعد بھی وہاں بسنا یا کسی جائیداد پر حق جتلانا درست نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم (ابو محمد)

اب اس مبارک مرحلے کے بغیر خلافت وامارت کی منزل کے خواب دیکھنا ایک صاحب بصیرت مؤمن کے لیے کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ ہجرت وجہاد کے حوالے سے ان گنت دلائل شرعی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جواز پر متردد ہونا انتہائی پریشان کن صورتحال ہے؛ بلکہ یہ علمی کوتاہی اور فکری زوال کے سوا کچھ نہیں۔ جبکہ ہم سیرت نبویہ کو اپنے لیے کامل ترین نمونہ مانتے ہیں۔ اس کا واضح تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر مرحلے کو بلاچوں وچرا اختیار کیا جائے۔ اور آپ ﷺ کی سیرت کو تأویلات کی پیچیدگیوں میں نہ الجھایا جائے۔ ''جہاد'' کے مفہوم کو تبدیل کرنا یا کسی اور غیر مسنون حکمت عملی کو ''جہاد کا متبادل'' تصور کرنا یقیناً رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے روشن ترین پہلو کی بدترین تاویل ہے، جس کا نتیجہ ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ بلاشبہ ان تمام مراحل سے گزر کر ہی وہ خلافت وامارت قائم ہوگی جس کا وعدہ اللہ پاک نے مومنین سے کر رکھا ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جس ٹائم فریم میں نبی ﷺ نے ان تمام مراحل کی تکمیل فرمائی۔ وہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ ہم سے اس ٹائم فریم کی پابندی کا تقاضا شریعت نے نہیں کیا ہے۔ ہم سے تقاضا صرف اس راستے کی اتباع کا ہے۔ اس کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ نبی ﷺ اپنی حکمت عملی اور اس کے لیے بہترین وقت اور حالات کا تعین وحی کی روشنی میں کرتے تھے۔ جس روشنی سے براہ راست استفادے کا راستہ آپ ﷺ کے بعد مستقل طور پر بند ہے۔ اس لیے بعد میں آنے والوں کے لیے اس ٹائم فریم کی پیروی کا سوال نہیں؛ بلکہ اس منہج اور طریقے کی پیروی کا ہے۔ یہاں علمائے امت اور فقہائے عصر کی ذمہ داری انتہائی نازک ہوجاتی ہے کہ وہ حالات کا درست ادراک کرتے ہوئے بروقت اقدام کے حوالے سے حکمت عملی وضع کریں۔ کیونکہ اگر ہر خاص وعام اس ذمہ داری کو صرف ذاتی صوابدید کی بنیاد اپنے ہاتھ میں لے، تو جو مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں اس کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ لیکن اہل حل وعقد یا اصحاب علم ودانش کی طرف سے مسلسل سرد مہری کا مظاہرہ بھی انتہائی خطرناک ہے۔

بہرحال انقلاب کی جو ترتیب قرآن وسنت سے براہ راست مأخوذ ہے، کے بارے میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے ان میں سے کسی مرحلے کو موقوف کرنے یا اس کی جگہ کچھ اور متبادل تراشنے کی کوئی حاجت نہیں۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ پہلے سے موجود نبوی راستے پر آگے بڑھنے کے لیے موجودہ حالات کے مطابق منصوبہ بندی کی جائے۔ اس مقصد کے لیے کسی نئی چیز کا اختراع شریعت اسلامی کی راہ کھوٹی تو کرسکتی ہے، لیکن اہداف کے حصول کی طرف ایک قدم بھی آگے بڑھانا ناممکن ہے۔ یقیناً ہر نئی چیز جو دین میں داخل کی جائے، بدعت ہے جو کہ کھلی گمراہی اور ضلالت ہے۔